کیاخُداواقعی موجود ہے؟

از: کین حام اورجیسن لیزلی　　　ترجمہ: ندیم عیسیٰ

پس جب مسیحی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ بائبل مُقدس کے خُدا نے تمام نفوس اور اُنکے لئے ضروری ہر ایک چیز کیساتھ ساتھ اِس ساری کائنات کوبھی تخلیق کیا ہے تو کچھ لوگ یہ سوال پوچھتے ہیں جو قدرے منطقی لگتا ہے کہ ''خُدا کو کس نے بنایا؟''

خُدا ایک ابدی اور غیر تخلیق شدہ ذات

ہماری روزمرّہ زندگی کے تجربے کے مطابق ایسا لگتا ہے کہ ہر ایک چیز کا کوئی نہ کوئی آغاز ضرور ہے۔ درحقیقت سائنس کے اصولوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ چیزیں جو ہمیں اپنی ساری زندگی کے دوران یکساں اور غیر متغیر نظر آتی ہیں جیسے کہ سورج اور ستارے بھی اپنے اختتام کی طرف رواں دواں ہیں۔ سورج روشن رہنے کے لئے ہر سیکنڈ کئی ملین ٹن ایندھن استعمال کرتا ہے، اور چونکہ سورج ہمیشہ تک قائم نہیں رہ سکتا اِس کا مطلب ہے کہ اِس کی کوئی نہ کوئی ابتدا ضرور تھی۔ اور ایسی ہی صورتحال پوری کائنات کی ہے جسے واضح طور پر ثابت کیا جا سکتا ہے۔

پس جب مسیحی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ بائبل مُقدس کے خُدا نے تمام نفوس اور اُنکے لئے ضروری ہر ایک چیز کیساتھ ساتھ اِس ساری کائنات کوبھی تخلیق کیا ہے تو کچھ لوگ یہ سوال پوچھتے ہیں جو قدرے منطقی لگتا ہے کہ ''خُدا کو کس نے بنایا؟''

بائبل مُقدس کی سب سے پہلی آیت بیان کرتی ہے کہ: ''خُدا نے ابتدا میں۔۔۔'' اِن الفاظ میں قطعاً کہیں پر خُدا کے وجود کو ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی گئی اور نہ کسی طرح یہ تاثر دیا گیا ہے کہ خُدا کی بھی کوئی ابتدا تھی۔ درحقیقت بائبل بہت سارے مقامات پر اِس بات کو واضح کرتی ہے کہ خُدا وقت سے باہر اور بالا یعنی اعلیٰ وارفع ہے۔ وہ ابدی ذات ہے اور اُس کا نہ تو کوئی آغاز ہے اور نہ اختتام اور وہ حکمت اور دانش کا ابدی منبع ہونے کی بدولت ہر ایک چیز کے بارے میں کامل علم بھی رکھتا ہے۔ کیا ایسی کسی ذات کے وجود کو تسلیم کرنا منطقی ہے؟ کیا جدید سائنس جس کی بدولت ہمیں اپنے کمپیوٹروں کی ٹیکنالوجی ملی، خلائی جہاز بنائے گئے اور میدان طب میں اتنی ترقی ہوئی کسی ایسے نظریے کو تسلیم کرنے کی اجازت دیتی ہے؟[1]

ہمیں کیا تلاش کرنا ہوگا؟

اگر ایسا کوئی ابدی خُدا موجود ہے جس نے بائبل کے بیان کے مطابق ہر ایک چیز کو تخلیق کیا ہے تو ہمیں اُس کے متعلق کس قسم کے ثبوت ملنے کی توقع رکھنی چاہیے؟ ہم اِس دُنیا کی چیزوں میں ایسی قادرِ مطلق (ساری قدرت رکھنے والی) ہستی کے ہاتھ کو کس طرح پہچانیں گے؟ بائبل مُقدس دعویٰ کرتی ہے کہ خُدا سب کچھ جاننے والا یعنی علیم وبصیر ہے ــــ اِس لئے وہ لامحدود حکمت کا بھی مالک ہے۔ اُسکے ہاتھ کی قدرت کو پہچاننے کے لئے ہمارے لئے یہ جاننا بہت ضروری ہوگا کہ ہم اُس کے کاموں میں اُسکی حکمت کے ثبوت کو کس طرح پہچانیں۔

ہم عقل وحکمت کے ثبوت کو کس طرح پہچانتے ہیں؟

جب بھی کسی غار میں سائنسدانوں کو پتھر کے اوزار اور اُنکے ساتھ ہڈیاں ملتی ہیں تو وہ بہت پر جوش کیوں ہو جاتے ہیں؟ پتھر کے اوزار عقل وحکمت کے نشانات ظاہر کرتے ہیں۔ سائنسدان اِس بات کو سمجھتے اور تسلیم کرتے ہیں کہ اِن اوزاروں نے خود تو اپنے آپ کو نہیں بنایا ہوگا بلکہ یہ عقل وحکمت کو عمل میں لانے کی بدولت وجود میں لائے گئے ہیں۔ پس محققین بالکل بجا طور پر یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ایسے اوزار کسی باعقل مخلوق نے بنائے ہونگے۔ بالکل اِسی طرح کوئی بھی شخص جب چین کی عظیم دیوار کو، واشنگٹن ڈی۔سی میں امریکہ کی کیپٹول عمارت یا سڈنی میں آسٹریلیا کے اوپیرا اوس کو دیکھتا ہے تو وہ یہ نتیجہ اخذ نہیں کرے گا کہ یہ عمارات اینٹوں کی کسی فیکٹری میں دھماکہ ہونے کی بدولت وجود میں آئی ہیں۔

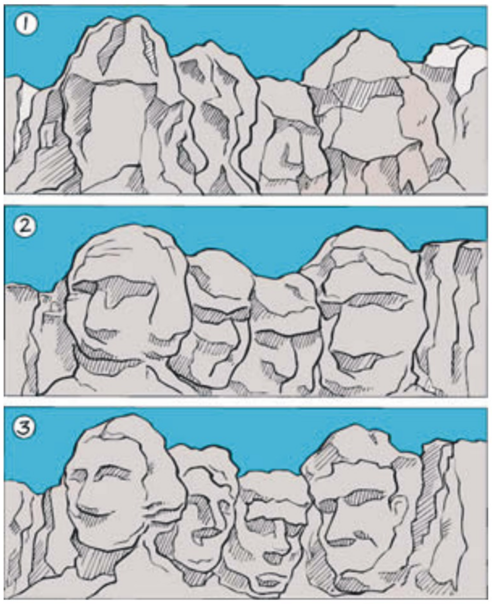

اور نہ ہی کوئی شخص ماونٹ رشمور پر امریکی سربراہان کے سر اور چہروں کو دیکھ کر یقین کرے گا کہ یہ کئی ملین سالوں تک پتھروں کے کٹاؤ کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں۔ ہم اِن سب چیزوں میں ڈیزائن کو واضح طور پر پہچان سکتے ہیں جو عقل وحکمت کے ساتھ سخت محنت وجانفشانی کرنے کی نشانی ہے۔ ہم اپنے چاروں طرف انسان کی بنائی ہوئی چیزوں کو دیکھتے ہیں جیسے کہ ــــ کاریں، جہاز، کمپیوٹر، سٹیریو، مکانات، گھریلو استعمال کی اشیاء اور دیگر کئی چیزیں۔ پھر بھی کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ سب چیزیں وقت کا ساتھ اتفاقاً پیدا ہوگئی ہیں۔ ڈیزائن ہر جگہ پر موجود ہے۔ یہ خیال کبھی بھی ہمارے ذہن میں نہیں آئے گا کہ اگر کوئی دھات لمبی مدت تک پڑی رہے تو اُس سے خود ہی بالآخر انجن، ٹرانسمشنز، پہیے اور ایک گاڑی تیار کرنے کے لئے ضروری دیگر پیچیدہ حصے اور پرزے بن جائیں گے۔

ڈیزائن کی اِس دلیل کو اکثر ولیم پیلی کے نام کیساتھ منسوب کیا جاتا ہے جو اینگلیکن کلیسیا کا پاسبان تھا اور جس نے اٹھارویں صدی کے آخر میں اِس موضوع پر قلم اُٹھایا تھا۔ اُسے خاص طور پر گھڑی اور گھڑی ساز کی مثال دینے کے لئے یاد کیا جاتا ہے۔ ایک گھڑی اور پتھر کا موازنہ کرتے ہوئے وہ اِس بات کا خلاصہ یوں کرتا ہے کہ ''گھڑی کا کوئی نہ کوئی بنانے والا ضرور ہوگا، جو کسی نہ کسی دور میں کہیں نہ کہیں ضرور رہا ہوگا، کوئی ایسا کاریگر، یا چند ایک کاریگر جنہوں نے اِسے اُس مقصد کے لئے بنایا جس کے لئے آج ہم اِسے استعمال کرتے ہیں، جنہیں اِس کی ساخت کا فہم تھا اور جنہوں نے اِسے اُسی استعمال کے لئے بنایا۔''[2]

پس پیلی ایمان رکھتا تھا کہ جس طرح گھڑی کا وجود ایک گھڑی ساز کے وجود کی دلالت کرتا ہے بالکل اُسی

طرح زندگی رکھنے والی ہر ایک چیز میں موجود ڈیزائن ایک ڈیزائنر کے وجود کی دلالت اور اُسکا تقاضا کرتا ہے۔ اگرچہ وہ ایک ایسے خُدا کے وجود پر یقین رکھتا تھا جس نے ہر ایک چیز کو تخلیق کیا تھا اور سب سے بڑا ڈیزائنر تھا لیکن جو موجودہ طور پر اپنی مخلوقات سے بالکل الگ تھلگ ہے اور کسی طرح سے بائبل میں پیش کئے جانے والے شخصی خُدا جیسا نہیں ہے۔[3]

آج بہر حال انسانی آبادی کا ایک بڑا تناسب بشمول بہت سارے اہم سائنسدان یہ مانتے ہیں کہ ساری نباتات اور مخلوقات بشمول وہ ذہین و فطین انجینئر جو گھڑیاں اور کاریں وغیرہ بناتے ہیں وہ سب ایک ارتقائی عمل کی پیداوار ہیں ــــ نہ کہ کسی خالق خُدا کی۔[4] لیکن ہم آگے دیکھیں گے کہ یہ کوئی قابلِ دفاع تصور نہیں ہیں۔

زندہ چیزیں ڈیزائن کا ثبوت پیش کرتی ہیں!

مرحوم آئزک آسیموؔ نے جو کہ تخلیق کے نظریے کا شدید مخالف تھا ایک بار کہا کہ ''آدمی کے اندر تین پاونڈ کا ایک دماغ ہے، اور جہاں تک ہم جانتے ہیں یہ اِس کائنات کے اندر مادے کی سب سے پیچیدہ اور خوش تدبیر ترتیب ہے۔''[5]

یہ اِس دُنیا میں بنائے جانے والے پیچیدہ ترین کمپیوٹر سے بھی بہت زیادہ پیچیدہ ہے۔ تو پھر کیا یہ سمجھنا منطقی نہ ہوگا کہ انسان کے بہت ہی ذہین دماغ نے کمپیوٹر بنایا تو پھر انسانی دماغ بھی کسی ڈیزائنر کی تخلیق ہے؟

وہ سارے سائنسدان جو ایک خالق خُدا کے نظریے کو رد کرتے ہیں اِس بات پر متفق ہیں کہ تمام زندہ چیزیں ڈیزائن کے ثبوت کی نمائش و نشاندہی کرتی ہیں۔ اصل میں وہ پیلی کی طرف سے دی جانے والی ڈیزائن کی دلیل کو تو قبول کر لیتے ہیں لیکن وہ پیلی کی طرف سے دکھائے جانے والے ڈیزائن کے ڈیزائنر کو قبول نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر ایک غیر مسیحی میڈیکل ڈاکٹر اور سائنسدان مائیکل ڈینٹن جس نے سالماتی (مالیکیولر) بیالوجی میں ڈاکٹریت کی ہے اِس بات کا یوں خلاصہ کرتا ہے کہ:

> یہ حقیقت کاملیت کی واضح آفاقیت کا ثبوت ہے کہ ہم جہاں کہیں بھی دیکھیں اور جس بھی گہرائی کیساتھ دیکھیں ہمیں ماورائے ادراک کمال کی خوش پوشی اور خوش تدبیری ہی ملتی ہے جو اِس معاملے میں محض اتفاق کے تصور کو بالکل کم کر دیتی ہے۔
>
> زندگی کی سالماتی (مالیکیولر) مشینری جس خوش تدبیری اور پیچیدگی کی نمائش کرتی ہے اُس کے مقابلے میں ہماری جدید ترین ایجادات بے ڈھنگی اور بھدی معلوم ہوتی ہیں۔ اِس وجہ سے ہم بالکل ویسی ہی عاجزی محسوس کرتے ہیں جیسی پتھر کے زمانے کا آدمی 20ویں صدی کی ٹیکنالوجی کو دیکھ کر محسوس کر سکتا ہے۔
>
> یہ سوچنا بھی فریب نظری یا وہم ہوگا کہ جو کچھ ہم حالیہ طور پر جانتے ہیں وہ حیاتیاتی ڈیزائن کے انتہائی چھوٹے سے حصے یا جھلک سے کچھ بڑھ کر ہے۔ عملی طور پر بنیادی حیاتیاتی تحقیق کے میدان میں ڈیزائن اور پیچیدگی کی شرح بڑے پیمانے پر ہمیشہ بڑی تیزی کیساتھ بڑھتی ہوئی ظاہر ہو رہی ہے۔[6]

ڈاکٹر رچرڈ ڈاوٗکنز جو کہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں چارلس سیمونوئے چیئر آف پبلک انڈرسٹینڈنگ آف سائنس کا عہدے دار ہے وہ دُنیا میں نظریہ ارتقاء کے حامیوں کا صفِ اوّل کے ترجمان بن چکا ہے۔ اُسکی کتابوں کی اشاعت سے اُسے بہت شہرت ملی ہے جن میں سے ایک کتاب کا عنوان ''اندھا گھڑی ساز'' بھی ہے جو کہ ارتقاء کے جدید نظریے کا دفاع کرتی ہے اور خالق خُدا کے تصور کو ایک ہی بار میں غلط ثابت کرتے ہوئے رد کرنے کا دعویٰ کرتی ہے۔ ڈاکٹر ڈاوٗکنز نے کہا ہے کہ ''ہم دیکھ چکے ہیں کہ زندہ چیزیں اِس قدر بعید القیاس ہیں اور اِس خوبصورتی کیساتھ ڈیزائن کی گئی (بنائی گئی) ہیں کہ ایسی چیزوں کا محض اتفاق سے وجود میں آنا ناممکن لگتا ہے۔''[7]

اِس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ بڑے سے بڑا سرگرم دہریہ بھی اِس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ ہمارے اِس سیارے کو آباد کرنے والے جانوروں اور نباتات میں ڈیزائن کی واضح شہادت ملتی ہے۔ اب اگر ڈاوٗکنز کو اِس ڈیزائن کے اندر ''محض اتفاق'' کو رد کرنا پڑے تو پھر اگر وہ خالق خُدا کے وجود کو تسلیم نہیں کرتا تو اِس ''محض اتفاق'' کی

جگہ پر وہ کس چیز کو رکھے گا؟

تو پھر ڈیزائنر کون ـــــ یا کیا ہے؟

ڈیزائن واضح طور پر ڈیزائنر کے وجود کی دلالت کرتا ہے۔ایک مسیحی کے لئے اُس کے اردگرد نظر آنے والا ڈیزائن بائبل مُقدس کے بیان کیساتھ مکمل طور پر ہم آہنگ ہے: ''خُدا نے ابتدا میں زمین وآسمان کو پیدا کیا۔'' (پیدائش 1 باب 1 آیت)، اور'' کیونکہ اُسی [یسوعؔ مسیح] میں سب چیزیں پیدا کی گئیں۔آسمان کی ہوں یا زمین کی۔دیکھی ہوں یا اندیکھی۔تخت ہوں یا ریاستیں یا حکومتیں یا اختیارات۔سب چیزیں اُسی کے وسیلہ سے اور اُسی کے واسطے پیدا ہوئی ہیں۔''

بہرحال ڈاوؔکنز جیسے نظریہ ارتقاء کے حامی جو زندہ چیزوں میں ڈیزائن کے وجود کو تو تسلیم کرتے ہیں لیکن وہ کسی بھی قسم کے ڈیزائنر / خُدا کے وجود کے منکر ہیں۔پیلی کے بیان کے حوالے سے ڈاوکنز نے کہا ہے کہ:

> پیلی کی دلیل انتہائی جذباتی خلوص کے ساتھ پیش کی گئی اور یہ اُس کے دور کی حیاتیاتی علمیت سے بھی پُر ہے لیکن یہ دلیل درست نہیں ہے، یہ مکمل طور پر غلط ہے۔دوربین اور آنکھ کے درمیان اور گھڑی اور نامیاتی جسم (ذی رُوح شے) کے درمیان مطابقت ومشابہت غلط اور جھوٹی ہے۔[8]

کیوں؟ اِس کی وجہ یہ ہے کہ ڈاوؔکنز فطرت میں موجود ڈیزائن کو کسی اور شے کے ساتھ منسوب کرتا ہے جسے وہ ''فزکس کی اندھی قوتیں'' اور فطری چناؤ کے عوامل قرار دیتا ہے ڈاوؔکنز لکھتا ہے کہ:

> ہر ظاہری چیز کے برعکس، فطرت کے اندر واحد گھڑی ساز فزکس کی اندھی قوتیں ہیں تاہم اُنکی صف بندی بہت ہی خاص طریقے سے ہوئی ہے۔ایک حقیقی گھڑی ساز کے پاس دور اندیشی ہوتی ہے: وہ دندانوں اور سپرنگوں کو تیار (ڈیزائن) کرتا اور اپنے ذہن کی آنکھ سے اُنکے باہمی ربط کی بدولت پورا ہونے والے مستقبل کے مقصد کو دیکھتا ہے۔فطری چناؤ جسے ڈاروؔن نے دریافت کیا، اندھا، بےشعور اور خودکار عمل ہے اور یہ تمام طرح کی زندگی کی بامقصد حالت اور وجود کی تشریح ہے اِس کے ذہن میں کوئی مقصد نہیں ہے۔اِس کا نہ کوئی ذہن ہے اور نہ اِس کے ذہن کی کوئی آنکھ ہے۔یہ مستقبل کے لئے کوئی منصوبہ بندی نہیں کرتا۔اِس کا نہ تو اپنا کوئی تصور ہے، نہ دور اندیشی ہے اور نہ ہی بصارت ہے۔اگر فطرت کے اندر اِس کے کردار ادا کرنے کے حوالے سے کچھ کہا جا سکتا ہے تو یہ اندھا گھڑی ساز ہے۔[9]

ڈاروؔن بہرحال اِس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ ''کوئی چیز شماریاتی لحاظ سے جتنی زیادہ بعید القیاس ہو اُسکے اندھے اتفاق کی بدولت وجود میں آنے کے تصور پر اُسی قدر کم یقین کیا جا سکتا ہے۔سطحی طور پر محض اتفاق کا ظاہری نعم البدل ایک ''پُرحکمت ڈیزائنر'' ہے۔[10] تاہم وہ ایک ''پُرحکمت ڈیزائنر'' کے تصور اور نظریے کو رد کرتا ہے اور اُس کی جگہ پر یہ جواب پیش کرتا ہے:

> جواب، ڈاروؔن کا جواب ہے کہ ایسے ابتدائی زندہ وجود سے بتدریج، رفتہ رفتہ سادہ آغاز سے تبدیلیوں کے ذریعے! یہ ابتدائی زندہ وجود اِس قدر سادہ تھے کہ محض اتفاق سے وجود میں آ گئے۔اِس ارتقائی عمل میں بعد میں ہونے والی ہر تبدیلی سابقہ تبدیلی سے منسلک تھی اِسی لئے یہ محض اتفاق سے وقوع پذیر ہو گئی۔
>
> جب ہم اِن مراحل کے بعد حتمی پیداوار کا اُس کے ابتدائی اور اصل نقطۂ آغاز کے تناظر میں جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اِن اجتماعی اقدامات کا تواتر ہر ایک چیز کو تشکیل دیتا ہے سوائے اُس اتفاقیہ عمل کے۔یہ اجتماعی عمل باترتیب بقاء سے ہدایت پاتا ہے۔اِس باب کا مقصد اِس اجتماعی چناؤ کی قوت کا بطور بنیادی باترتیب عمل کے مظاہرہ کرنا ہے۔[11]

پس، ڈاؤ کنز بنیادی طور پر سوائے اِس بات کے کچھ اور نہیں کہہ رہا کہ وہ فطری چناؤ[12] اور خلیوں کی جینز میں تغیرات پیدا کرنے کا فعل یعنی تبدل[13] [جسکی بدولت ارتقائی نظریے کے مطابق ایک جاندار کی نوع تبدیل ہو کر کسی اور جانور میں تبدیل ہو جاتی ہے] کو ملا کر ارتقاء کے میکانکی عوامل کے طور پر پیش کرے۔ وہ یہ مانتا ہے کہ یہ عوامل بے ترتیب نہیں اور یہ کسی خاص ہدایت کے مطابق وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ حقیقت میں ایسا کرنا غلط استدلال کے ساتھ یہ کہنے کا طریقہ ہے کہ فطرت میں پائے جانے والے ڈیزائن کا ڈیزائنر ارتقاء بذات خود ہے۔

کیا فطری چناؤ ڈیزائن پیدا کرتا ہے؟

زندگی معلومات پر تعمیر ہوئی ہوتی ہے۔ ایسی معلومات کا ایک بڑا حصہ موروثیت کے مالیکیول DNA میں پایا جاتا ہے جو نامیاتی اعضا کے کروموسومز کی اکائی ہے۔ اِس لئے اِس بات پر بحث کرنے کے لئے کہ فطری چناؤ اور خلیوں کی جینز میں تغیرات پیدا کرنے کا فعل یعنی تبدل ہی ارتقائی عمل کے بنیادی میکانکی عوامل ہیں یہ دکھانا پڑے گا کہ یہ عوامل معلومات پیدا کرتے ہیں جو زندہ چیزوں کے اندر وہ ڈیزائن پیدا کرنے کی ذمہ دار ہے جسے عام طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

کوئی بھی شخص جو بنیادی حیاتیات کو سمجھتا ہے وہ یقیناً اِس چیز کو پہچانتا ہے جیسے ڈاروِن نے پہچانا، فطری چناؤ ایک منطقی عمل ہے جس کا مشاہدہ کوئی بھی شخص کر سکتا ہے۔ بہرحال فطری چناؤ صرف اُسی معلومات کے تحت کام کرتا ہے جو پہلے سے کرموسوم کی موروثی اکائی یعنی جینس میں پائی جاتی ہے ــــ فطری چناؤ نئی معلومات پیدا نہیں کرتا[14] دراصل یہ بات بائبل کے چیزوں کی ابتدا اور پیدائش کے بیان کیساتھ موافقت رکھتی ہے جس میں خُدا نے مختلف انواع کے جاندار اور پودے تخلیق کئے جو اپنی جنس کے موافق مزید جاندار اور پودے پیدا کر سکتے تھے۔

یہ سچ ہے کہ کوئی بھی شخص کسی جانور کی قسم میں بہت زیادہ تبدیلیوں کا مشاہدہ کر سکتا ہے اور اِس طرح وہ جانوروں میں فطری چناؤ کو دیکھ سکتا ہے۔ مثال کے طور پر بھیڑیے / کتے کی نسل میں وقت گزرنے کیساتھ ساتھ کروموسوم کی موروثی اکائی جینس میں موجود معلومات کے تحت فطری چناؤ کی بدولت بھیڑیے، گرگ مرغزار (امریکن بھیڑیے)، ڈنگو (آسٹریلوی نیم پالتو کتے) وغیرہ پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن اہم نکتہ یہ ہے کہ کوئی نئی معلومات نہیں پیدا کی گئی ــــ کتے کی یہ اقسام اصل یا ابتدائی کتے کے اندر پہلے سے موجود معلومات کی ترتیب نو کا نتیجہ ہیں۔ کبھی کسی نے کسی جانور کو اپنی نسل کی بجائے کسی بالکل مختلف نسل میں تبدیل ہوتے ہوئے نہیں دیکھا[15] کسی جاندار کے خلیات کے اندر معلومات بڑھانے کے لئے عقلی یا پُر حکمت اقدام کے بغیر فطری چناؤ ارتقاء کے میکانکی عمل کے طور پر کام نہیں کرے گا۔

ڈینٹن یہ کہتے ہوئے اِس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ:

> اِس بات پر زیادہ زور نہیں دیا جا سکتا کہ فطری چناؤ کے ذریعے ارتقاء کسی بھی عقلی رہنمائی اور عقلی اقدام کے بغیر مسائل کو حل کرنے کے مماثل ہے۔ کوئی بھی سرگرمی جس میں حکمتی یا عقلی اقدام شامل ہوں فطری چناؤ کے ذریعے ارتقاء کی مماثل نہیں ہو سکتی۔[16]

معلومات بڑھانے کے کسی ذریعے کے بغیر فطری چناؤ ارتقاء کے لئے میکانکی عمل کے طور پر کام نہیں کر سکتا۔ ارتقاء کے حامی اِس بات کے ساتھ اتفاق کریں گے پھر بھی وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جانداروں کی انواع میں تبدل (خلیوں کی جینز میں تغیرات پیدا کرنے کا عمل) جانداروں میں فطری چناؤ کے لئے نئی معلومات پیدا کرتا ہے۔

کیا تبدل (خلیوں کی جینز میں تغیرات پیدا کرنے کا عمل) نئی معلومات پیدا کر سکتا ہے؟

دراصل سائنسدان اب یہ جانتے ہیں کہ اِس کا جواب ''نہیں'' ہے۔ ڈاکٹر لی سپیٹنر ایک بہت پڑھے لکھے اور تجربہ کار سائنسدان ہیں جو ہوپ کنز یونیورسٹی میں انفارمیشن اور کمیونیکیشن تھیوری پڑھاتے تھے۔ وہ اپنی عالمانہ رائے، تجربات اور تحقیقات پر مبنی کتاب ''محض اتفاق سے نہیں (Not by Chance)'' میں اِس بات کو بہت واضح طور پر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

اِس باب میں مَیں ارتقاء اور بالخصوص (خلیوں کی جینز میں تغیرات پیدا کرنے کے عمل) تبدل کی کئی ایک مثالیں پیش کرونگا اور یہ دکھاؤں گا کہ جانداروں کے اندر کسی قسم کی معلومات میں اضافہ نہیں ہوتا۔۔۔ اپنی ساری زندگی میں مَیں نے زندگی کے متعلق جتنے بھی سائنسی مواد کا مطالعہ کیا ہے اُس میں مَیں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ تبدل معلومات میں اضافہ کرتا ہے۔[17]

سالماتی (مالیکیولر) سطح پر جس حد تک بھی تبدل کا مشاہدہ کیا گیا ہے اُس سے معلوم ہوا ہے کہ یہ جینیاتی معلومات کو کم کرتا ہے نہ کہ بڑھاتا ہے۔[18] ڈاروِن ازم کے نئے نظریے کو اِس بات کی وضاحت کرنی چاہیے کہ ارتقاء کے ذریعے زندگی کی معلومات کس طرح بڑھی ہے۔ ایک انسان اور ایک بیکٹیریا کے اندر اہم حیاتیاتی فرق اُس معلومات کا ہے جو اُن کے اندر پائی جاتی ہیں۔ انسانی جینوم (لونی مادے) میں بیکٹیریا کے جینوم سے بہت زیادہ معلومات پائی جاتی ہیں۔ معلومات تبدل کے ذریعے بڑھائی نہیں جا سکتیں بلکہ یہ اُسے کم کرتا ہے۔ کوئی بھی کاروبار اگر ہر بار تھوڑا تھوڑا نقصان میں جائے تو اُس سے پیسہ نہیں کمایا جا سکتا۔[19]

ارتقاء کے حامی سائنسدانوں کے لئے اِس نتیجے سے جان چھڑانا ممکن نہیں جس پر بہت سارے دیگر سائنسدان بشمول ڈاکٹر سپیٹنر پہنچ چکے ہیں۔ خلیوں کی جینز میں تغیر کا عمل یعنی تبدل ارتقائی عمل کے لئے میکانکی عمل کے طور پر کام نہیں کر سکتا۔ سپیٹنر اِس بات کا خلاصہ کچھ یوں کرتا ہے کہ:

ڈاروِن ازم کے نئے نظریے کے حامی یہ چاہیں گے کہ ہم اِس بات پر یقین کریں کہ چھوٹے چھوٹے مگر کافی زیادہ واقعات کے نتیجے میں بڑی ارتقائی تبدیلیاں رونما ہو سکتی ہیں۔ لیکن اگر ہر ایک تغیر یا تبدل معلومات کو کم کرتا ہے تو پھر چاہے جتنے مرضی تغیرات وقوع پذیر ہوں وہ اُس طرح کے ارتقاء کے لئے ترقی کا زینے نہیں بن سکتے جس کی وضاحت کا ڈاروِن ازم کے نئے نظریے کے حامیوں سے تقاضا کیا جاتا ہے۔ جو بھی یہ سمجھتا ہے کہ ارتقائے کبیر خلیوں کی جینز میں تغیر یا تبدل کی بدولت ہو سکتا ہے جن کے دوران دراصل معلومات بڑھنے کی بجائے کم ہوتی ہیں تو وہ شخص اُس تاجر کی طرح ہے ہو ہر بار کسی چیز کو فروخت کرنے پر کچھ نہ کچھ گھاٹا کھاتا ہے لیکن سمجھتا ہے کہ آخر میں اُسے بہت بڑی رقم کا منافع ہوگا۔ آج تک کسی ایک بھی ایسے تبدل کا مشاہدہ نہیں کیا گیا جس کی بدولت جینوم (لونی مادے) میں معمولی سی معلومات کا بھی اضافہ ہوا ہو۔ یہ چیز واضح طور پر دکھاتی ہے کہ کہیں پر بھی ایسے لاکھوں کروڑوں امکانی تبدل رونما نہیں ہو رہے جن کا یہ نظریہ تقاضا کرتا ہے، اور ایسا کچھ کبھی ہوگا بھی نہیں۔ جینیاتی معلومات میں اضافہ کرنے والے کسی ایک بھی ایسے تبدل کا مشاہدہ کرنے میں ناکامی، ارتقائی نظریے کی سچائی ثابت کرنے میں ناکامی سے بھی بڑھ کر ہے۔ بلکہ یہ اِس نظریے کے خلاف ایک ثبوت ہے۔ اور یہاں پر ڈاروِن ازم کے نئے نظریے کو ایک شدید چیلنج کا سامنا ہے۔[20]

اِس بات کی تصدیق ڈاکٹر ورنر گِٹ نے بھی کی ہے جو جرمن فیڈرل انسٹیٹیوٹ آف فزکس اور ٹیکنالوجی کے ڈائریکٹر اور پروفیسر بھی ہے۔ اُس سے سوال پوچھا گیا کہ ''کیا خلیوں کے جینز میں تغیر یا تبدل کے ذریعے نئی معلومات پیدا کی جا سکتی ہے'' اِس کا جواب دیتے ہوئے اُس نے کہا کہ:

یہ تصور ارتقاء کی نمائندگی کرنے کے لئے مرکزی نکتہ ہے لیکن تبدل کے ذریعے موجودہ معلومات میں ہی کچھ تبدیلی ہوتی ہے۔ معلومات میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور عام طور پر تبدل کے نتائج ضرر رساں ہی ہوتے ہیں۔ نئے اعضاء یا نئے عوامل کے لئے نیا با تفصیل منصوبہ یا خاکہ نہیں پیدا ہو سکتا، خلیوں

کے جینز میں تغیرات یا تبدل نئی تخلیقی معلومات کا ذریعہ نہیں ہو سکتے۔[21]

پس اگر معلومات پیدا کرنے اور زندگی کے نظام کے ڈیزائن کے میکانکی عمل کے لئے فطری چناؤ اور تبدل کو حذف کر دیا جائے تو اِن کی جگہ پر پیش کرنے کے لئے نیا ذریعہ یا وسیلہ ڈھونڈنا پڑے گا۔ لیکن اُن لوگوں کے لئے جو خالق خُدا کو اِس ساری معلومات کے ذریعے کے طور پر رد کرتے ہیں اور بہت سے بنیادی مسائل ہیں جن کا اُنہیں حل ڈھونڈنے کی ضرورت ہے۔

مزید مسائل

تصور کریں کہ آپ 747 جہاز کی سیٹ پر براجمان ہیں اور اِس عظیم جہاز کی بناوٹ کے بارے میں مطالعہ کر رہے ہیں۔ آپ یہ جان کر مسحور ہو رہے ہیں کہ یہ اُڑنے والی مشین 6 ملین مختلف حصوں اور پرزوں سے ملکر بنی ہوئی ہے ___ اور پھر آپکو ایکدم اِس بات کا بھی احساس ہوتا ہے کہ جہاز کے جتنے بھی حصے ہیں اُن میں سے ایک بھی بذاتِ خود نہیں اُڑ سکتا۔ اگر آپ 500 میٹر فی گھنٹے (805 کلومیٹر فی گھنٹے) کی رفتار کیساتھ 35000 فٹ (10,668 میٹر) کی بلندی پر پرواز کر رہے ہوں تو یہ احساس بدحواس بھی کر سکتا ہے۔ پھر بھی آپ کو یہ حقیقت جان کر اطمینان ہوگا کہ اگرچہ جہاز کا ایک بھی حصہ بذات خود پرواز نہیں کر سکتا لیکن جب یہ جہاز کے دیگر پرزوں کیساتھ جوڑا جاتا ہے اور سب پرزوں سے ملکر ایک جہاز تیار ہوتا ہے تو ہی یہ پرزے اُڑتے ہیں۔

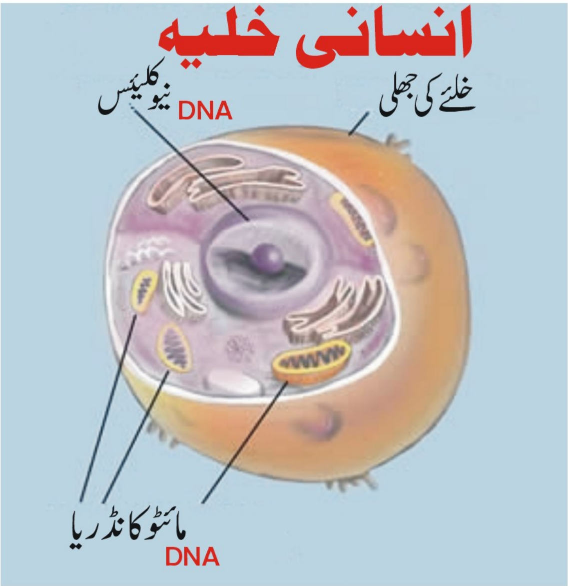

ہم جہاز کی اِس ساخت کو ایک خلیے کے حیاتی کیمیا کے بنیادی میکانکی عمل کو سمجھنے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں جو ایک نامیاتی جسم کو کام کرنے کے قابل بناتا ہے۔ سائنسدانوں نے یہ کھوج لگائی ہے کہ ایک خلیے کے اندر ہزاروں کی تعداد میں حیاتی کیمیائی مشینیں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر خلیے کی روشنی کو محسوس کر کے اُسے برقی لہر یا حرکت میں تبدیل کرنے کی خوبی کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ لیکن کسی وقت سائنسدان خلیے کے روشنی کو محسوس کرنے اور پھر اُسے برقی لہروں یا حرکت میں تبدیل کرنے کے عمل کو سادہ خیال کرتے تھے جبکہ اب معلوم ہوا ہے کہ یہ عمل نہایت ہی پیچیدہ ہے۔ صرف اِسی ایک مثال کو ہی دیکھیں تو اِس عمل کے لئے کئی ایک مرکبات کو اپنے ایک خاص مقام پر ہونے اور بالکل درست اور مناسب ارتکاز اور وقت پر کام کرنے کی ضرورت ہے ___ اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ عمل مکمل نہیں ہوگا۔ دوسرے الفاظ میں جس طرح 474 جہاز کے تمام پرزوں اور حصوں کو اُڑنے کے لئے مناسب طور پر ٹھیک جگہ پر جڑے ہونے کی ضرورت ہے اُسی طرح اِن حیاتی کیمیائی مشینوں میں بھی تمام حصوں کو مناسب جگہ پر ہوتے ہوئے بالکل صحیح طور پر اپنا کام سرانجام دینے کی ضرورت ہے ورنہ وہ کسی عمل کو پورا نہیں کر سکتے۔ اور ایک خلیے میں ایسی ہزاروں مشینیں ہیں جو اُس خلیے کے کام کرنے کے لئے انتہائی ضروری ہیں۔

اِس کا کیا مطلب ہے؟ بالکل سادہ مطلب یہ ہے کہ کیمیائی مادوں سے زندگی کے نظام کا ارتقاء ناممکن ہے۔ سائنسدان اب جانتے ہیں کہ زندگی اِنہیں مشینوں پر بنی ہوئی اور قائم ہے۔ ڈاکٹر مائیکل بیہی پنسلوانیا کی لیہائی یونیورسٹی میں حیاتی کیمیا کے ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔ وہ اِن حیاتی کیمیائی مشینوں کو ناقابل تخفیف پیچیدگی کے طور پر بیان کرتے ہیں۔

اب زندگی کی بنیادی سائنس اور جدید حیاتی کیمیا کے پریشان ہونے کی باری ہے۔ یہ توقع کی جا رہی تھی کہ زندگی کی بنیاد بہت سادہ ہے لیکن یہ خیال غیر

حقیقی ثابت ہوا ہے، اِس کے برعکس خلیے کے اندر پائے جانے والے نظاموں میں حیرت انگیز قسم کی نا قابلِ تخفیف پیچیدگی پائی جاتی ہے۔اور اِس کے نتیجے میں ظاہر ہونے والا یہ شعور کہ زندگی کی ابتدا کا انحصار پُرحکمت ڈیزائن پر ہے ہم 21 ویں صدی کے لوگوں کے لئے ایک دھچکا ہے کیونکہ ہم اِس سوچ کے عادی ہو چکے تھے کہ زندگی سادہ فطری اصولوں کے عمل کا نتیجہ ہے۔ دیگر صدیوں کے لوگوں کو بھی ایسے بہت سے دھچکے لگے تھے لہذا ایسی کوئی وجہ نہیں کہ ہم ایسے دھچکوں سے بچ کر نکل جاتے۔[22]

اِس بات کی مزید تصویر کشی کرنے کے لئے ایک مچھر کو کچلنے کا تصور کریں۔ پھر اِس سوال کے جواب کے بارے میں سوچیں کہ مچھر مر کیوں گیا؟ آپ دیکھتے ہیں کہ مَسلے ہوئے مچھر کے اندر زندگی کے لئے ضروری وہ تمام کیمیائی مادے موجود ہیں، جو نظریہ ارتقاء کے حامیوں کے مطابق زندگی کی ابتدا کے وقت پائے جانے والے ابتدائی سُوپ میں موجود تھے۔ پھر بھی ہم جانتے ہیں کہ مچھر میں موجود کیمیائی مادوں میں سے کچھ بھی ارتقاء پزیر نہیں ہونے جا رہا۔ پھر مچھر کیوں مر گیا؟ کیونکہ کچلنے کی وجہ سے آپ نے اُسکے نظام میں بدنظمی پیدا کر کے اُسے ناکارہ کر دیا۔
ایک بار جب مچھر کی مشینری تباہ ہو گئی تو اُس کے جسم کا نظام منظّم نہیں رہ سکتا۔ خلوی درجے پر ہزاروں ایسی مشینیں بالکل درست افعال سرانجام دیں تو تب ہی زندگی کا وجود ممکن ہو سکتا ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ کیمیائی مادوں سے ارتقاء کا عمل ایک ناممکن بات ہے

نظریہ ارتقاء کے حامی ڈاوٗکنز نے مشینری کی اِس ضرورت کو پہچانا اور اِس کے بارے میں یہ بیان دیا ہے کہ:

ایک زیروکس مشین اپنے ہی خاکے کی نقول تو تیار کر سکتی ہے لیکن وہ ایک دم سے اپنے جیسے ایک اور مشین کو وجود میں لانے سے قاصر ہے۔ کمپیوٹر کی مدد سے تیار کردہ انسانی خاکے کمپیوٹر کے پروگرام کی طرف سے دی جانے والی ہدایات کی بدولت ہو بہو ویسے ہی کام یا نقل تو ضرور کریں گے جسکی اُنہیں ہدایت دی جا رہی ہے، لیکن وہ خود سے اپنا پروگرام تحریر کرنے یا اپنا کمپیوٹر بنا کر چلانے سے قاصر ہیں۔ اگر ہمیں ہو بہو نقل کرنے کی خاصیت کے خودکار ہونے اور بعد از اں مجموعی چناوٗ کو فرض کرنے کی اجازت مل جائے تو اندھے گھڑی ساز کا نظریہ انتہائی قوی ہے۔ لیکن اگر ہو بہو نقل کرنے یا اپنے جیسی چیز کو وجود میں لانے کے لئے پیچیدہ مشینری کی ضرورت ہے، اور پیچیدہ مشینری کے وجود میں آنے کا واحد طریقہ جس

سے ہم آگاہ ہیں وہ اجتماعی چناؤ ہے تو ایسی صورت میں ہمیں بڑے مسئلے کا سامنا ہے۔[23]

یقیناً یہ ایک مسئلہ ہے! جس قدر ہم زندگی کے مختلف افعال پر غور کرتے ہیں وہ اُتنے ہی پیچیدہ ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں اور اُسی قدر زیادہ یہ بات کھل کر ہمارے سامنے آتی ہے کہ زندگی کا آغاز خود بخود ہونا ممکن نہیں ہے۔ صرف زندگی ہی کو معلومات کے ذرائع کی ضرورت نہیں بلکہ حیاتی کیمیا کی پیچیدہ مشینوں کا بالکل آغاز میں ہی وجود میں ہونا لازمی ہے۔

ایک اُس سے بھی بڑا مسئلہ ابھی بھی ہے!

کچھ سائنسدانوں اور معلمین نے مندرجہ بالا مسئلے سے بچ نکلنے کی راہ اِس قیاس آرائی کی صورت میں اختیار کی ہے کہ ماضی میں جس دوران موروثیت کے مالیکیول (اور اُن میں موجود معلومات) کو بنانے والے تمام کیمیائی مادے آپس میں ملے، اُس وقت زندگی وجود میں آ گئی۔ زندگی معلومات پر مبنی ہوئی ہے۔ درحقیقت انسانی بدن کئی ٹریلین خلیوں سے بنا ہوا ہے اور اُن میں سے صرف ایک خلیے کے جینس (کروموسوم کی بنیادی اکائی) کے اندر 500 صفحات فی کتاب کے حساب سے 1,000 ٹائپ شدہ کتابوں کے مواد کے برابر معلومات موجود ہوتی ہے۔ اب سائنسدان خیال کرتے ہیں کہ یہ اندازہ غلط اور حقیقی اعداد و شمار سے بہت زیادہ کم ہے۔

ایک خلیے کے اندر یہ معلومات کہاں سے آئی؟ کچھ لوگ اِس کی وضاحت کچھ اس طرح سے کرنے کی کوشش کرتے ہیں: تصور کریں کہ ایک پروفیسر A تا Z تک تمام کے تمام حروف تہجی ایک ہیٹ (ٹوپی) کے اندر رڈالتا ہے۔ پھر وہ اپنا ہیٹ اپنی کلاس کے طلباء کو دیتا ہے اور اُنہیں کہتا ہے کہ وہ ہیٹ کے اندر بے ترتیبانہ انداز سے رکھے گئے حروفِ تہجی والے کارڈوں میں سے کسی ایک حرف والا کارڈ اُٹھالیں۔ ہمارے لئے یہ اندازہ لگانا قدرے آسان ہے کہ حروف تہجی والے کارڈ چاہے جتنی بھی بے ترتیبی سے رکھے ہوں، یہ بات ممکن ہے کہ کسی ایک ہی لائن میں تین طلباء کوئی ایسے تین حروف چن سکتے ہیں جن سے کوئی قابل فہم لفظ بنتا ہو۔ مثلاً ایک طالبعلم B کا انتخاب کر سکتا ہے، دوسرا A کو چن سکتا ہے اور پھر تیسرا T کو چن سکتا ہے۔ ابھی اگر اِن تین حروف کو اکٹھا کیا جائے تو اِس سے ایک قابل فہم لفظ BAT بنتا ہے۔ پس اِس طرح وہ پروفیسر اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ کوئی معاملہ چاہے کتنا ہی خلافِ قیاس کیوں نہ نظر آتا ہو، اگر اُسے مناسب وقت دیا جائے تو پورا امکان ہے کہ ایسے چناؤ کی بدولت کئی ایسے الفاظ کو تشکیل دیا جا سکتا ہے جن کی مدد سے بامعنی جملے بنائے جاسکیں اور اِسی طرح بالآخر ایک پورا انسائیکلوپیڈیا مرتب کیا جا سکتا ہے۔

سطحی طور پر یہ ایک منطقی دلیل معلوم ہوتی ہے لیکن اِس مثال میں ایک شدید قسم کا بنیادی نقص پایا جاتا ہے۔ اوپر دیئے گئے حروف کو ترتیب کیساتھ رکھنے سے جو لفظ BAT بنا ہے وہ کس کے لئے بامعنی ہے؟ کسی انگریزی زبان بولنے والے شخص کے لئے یا ڈچ، فرانسیسی، جرمن یا چائینی زبان بولنے والے کے لئے؟ یہ لفظ صرف اُسی شخص کے لئے ہے جسے یہ زبان آتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اِن حروف کی ترتیب اُس وقت تک بے معنی ہے جب تک اُس کے لئے پہلے سے کوئی زبان اور اُس زبان کا ترجمہ کرنے کا کوئی نظام موجود نہ ہو۔ ایک خلیے کے DNA میں مالیکیول کی ترتیب بھی اُس وقت تک بے معنی ہے جب تک ایک خلیے کے حیاتی کیمیا میں ایک زبان کا نظام (دیگر مالیکیول) نہ ہوں جو اِس ترتیب کو بامعنی بناتے ہیں۔ DNA ایک مخصوص زبان کے نظام کے بغیر بے معنی ہے اور اِسی طرح یہ مخصوص زبان بھی DNA کی موجودگی کے بغیر کسی کام کی نہیں ہے۔ اِس کے علاوہ دوسری پیچیدگی یہ ہے کہ زبان کا جو نظام ایک DNA کے اندر مالیکیول کی ترتیب کو پڑھتا ہے اُس کا تعین بھی DNA خود کرتا ہے۔ اور یہ اُن سب مشینوں میں سے ایک اور ایسی مشین ہے جو پہلے سے اپنی مکمل حالت میں موجود ہونی چاہیے ورنہ زندگی کا نظام کام کرنے سے قاصر ہوگا۔

کیا عدم معلومات سے معلومات پیدا ہو سکتی ہے؟

ہم پہلے ہی دکھا چکے ہیں کہ ارتقاء کے نام نہاد میکانکی عمل یعنی تبدل (خلیوں کی جینز میں تغیرات پیدا کرنے کے عمل) کی بدولت معلومات پیدا نہیں کی جاسکتی، لیکن اس

کی بجائے کوئی اور ممکنہ عمل ہے جس کی مدد سے مادے میں سے معلومات پیدا کی جاسکیں۔

ڈاکٹر ورنر گٹِ نے اِس بات کو قدرے واضح کیا ہے کہ ایک چیز جسے ہم یقینی طور پر جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ کسی بھی بے ضابطہ چیز سے محض اتفاق سے ہی معلومات پیدا نہیں ہوسکتیں۔معلومات کو پیدا کرنے کے لئے (زیادہ حکمت) معلومات کی ضرورت ہے،اور حتمی طور پر معلومات حکمت (عقل) کا ہی نتیجہ ہے۔

> خفیہ کوڈ کا نظام ایک دماغی عمل کا نتیجہ ہے (ایسے نظام کی تشکیل کے لئے ایک باحکمت آغاز یا موجد کی ضرورت ہے)۔۔۔اِس بات پر زور دیا جانا چاہیے کہ مادہ اپنے طور پر کسی کوڈ کے نظام کو پیدا نہیں کرسکتا۔تمام تجربات اِس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ایک سوچنے سمجھنے کی اہلیت رکھنے والی ہستی کی ضرورت ہے جو رضا کارانہ طور پر اپنی آزاد مرضی، گیان اور تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتی ہو۔[24]
>
> کوئی بھی ایسا فطری اصول ہمارے علم میں نہیں جس کی بدولت مادہ خود سے معلومات کو پیدا کرسکے، نہ ہی کوئی ایسا طبعی عمل یا مادی مظہر ہے جس کی مدد سے یہ ممکن ہو۔[25] ایسا کوئی فطری اصول نہیں جسے ہم جانتے ہوں، نہ ہی ایسا کوئی عمل یا حالات کا کوئی ایسا تسلسل ہے جو معلومات کو مادے کے اندر خود بخود پیدا کرنے کی وجہ بن سکے۔[26]

تو پھر معلومات کا ذریعہ کیا ہے؟

پس ہم اِس سب سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ زندہ چیزوں کے اندر بڑی تعداد میں پائی جانے والی معلومات اصل میں کسی ایسی باحکمت ہستی سے آئی ہیں جو ہم سے اور ہماری حکمت سے بہت زیادہ برتر ہے۔لیکن پھر کچھ لوگ کہیں گے کہ جس ذریعے سے یہ سب چیزیں آئی یا پیدا ہوئی ہیں اُس عظیم باحکمت ہستی کے اپنے وجود کا ذریعہ کیا ہے؟

بہر حال اگر وہ اِس طرح سے بحث کرتے ہیں تو پھر کوئی اور یہ بھی پوچھ سکتا ہے کہ عظیم باحکمت ہستی کے وجود کا ذریعہ بننے والی اُس سے بڑی ہستی خود کہاں سے آئی یا اُس کے وجود کا ذریعہ کیا ہوسکتا ہے،اور اُس کے بعد اُس کا ذریعہ بننے والی ہستی کہاں سے آئی۔اگر ہماری محدود سوچ سے ارفع حکمت کا کوئی لامحدود ذریعہ یا منبع نہ ہو تو پھر ہر کوئی ایک کے بعد دوسری باحکمت ہستی کے وجود کے سبب کے بارے میں جاننے کے لئے ابدیت تک نامعلوم کے قیاس میں سرگرداں رہے گا۔لیکن کیا یہ وہی بات نہیں جس کی طرف بائبل مُقدس اشارہ کرتی ہے اور جسے ہم اُس میں پڑھتے ہیں کہ ''خُدا نے ابتدا میں۔۔۔؟'' بائبل مُقدس کا خُدا وقت، فضائے بسیط یا کسی بھی اور چیز کے لحاظ سے نہ تو محدود ہے اور نہ ہی پابند ہے۔حتیٰ کہ رچرڈ ڈاوکنز اِس چیز کو تسلیم کرتا ہے۔:

> ایک دفعہ ہمیں اِس باترتیب پیچیدگی،اور خاص طور پر DNA/پروٹین کی ہو بہو نقل کرنے والے انجن کی باترتیب پیچیدگی کو مشروط کرنے کی اجازت مل جائے تو اِسی کا اور زیادہ باترتیب پیچیدگی کے پیدا کرنے والے ذریعے کے طور پر نام لینا نسبتاً آسان ہوگا۔اور یہی وہ چیز ہے جس کے متعلق یہ کتاب زیادہ تر بات کرتی ہے۔لیکن یقیناً اگر کوئی خُدا جو DNA (پروٹین کی ہو بہو نقل پیدا کرنے والی مشین) جیسی کسی پیچیدہ چیز کو ڈیزائن (تخلیق) کرنے کے قابل ہے وہ خود بھی کم از کم اُسی مشین جتنا پیچیدہ اور باترتیب ضرور ہوگا۔[14]

بلکہ اِس سے کہیں زیادہ پیچیدہ اور باترتیب اگر ہم اُس کے بارے میں یہ بھی فرض کرتے ہیں کہ اُس میں اِس سے بھی برتر خصوصیات پائی جاتی ہیں جیسے کہ دُعاؤں کا سننا اور گناہوں کا معاف کرنا۔DNA/پروٹین مشین کی ابتدا کی وضاحت کسی مافوق الفطرت ڈیزائنر کے نام کی دُوہائی دیتے ہوئے کرنا اصل میں کسی بھی چیز کی واضح وضاحت نہ کرنے کے برابر ہے، کیونکہ ایسا کرنے سے اُس ڈیزائنر کی ابتدا بغیر وضاحت کے رہ جاتی ہے۔پھر آپ کو کوئی ایسا بیان دینا پڑے گا جیسے کہ ''خُدا ہمیشہ سے موجود تھا،'' اور اگر آپ اپنے آپ کو ایسی سست راہ اپنانے کی اجازت دیتے ہیں تو پھر تو آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ''DNA ہمیشہ سے موجود تھا،'' یا پھر ''زندگی ہمیشہ سے

موجود تھی،'' اور اِس بات کو یہیں پر ختم کر دیں۔[27]

پس منطقی لحاظ سے نا قابل دفاع صورتحال کونسی ہے؟ کیا یہ صورتحال یہ ہے کہ مادہ ابدی وجود رکھتا ہے (یا بغیر کسی وجہ سے خود بخود وجود میں آ گیا) اور پھر اصل سائنس میں مشاہدہ کیئے گئے کسی بھی اصول قانون کے بغیر اُس نے اپنے آپ کو معلوماتی نظام میں باترتیب طریقے سے ڈھال لیا؟ یا پھر یہ کہ ایک ابدی ہستی یعنی بائبل کے خُدا نے جو کہ لامحدود حکمت کا سرچشمہ ہے[28] اِس زندگی کے وجود کے لئے معلوماتی نظاموں کو تخلیق کیا جس کی تائید اصل سائنس بھی کرتی ہے؟

اگر اصل سائنس بائبل مُقدس کے ابدی خالق خُدا کے دعوے کی تائید کرتی ہے تو پھر اِس بات کو بخوشی قبول کیوں نہیں کیا جاتا؟ مائیکل بیہی نے اِس بات کا جواب دیا ہے:

> سائنس کی ایک باحکمت ڈیزائنر کے نظریے کو قبول کرنے میں ہچکچاہٹ کی چوتھی اور سب سے قوی وجہ کی بنیاد ایک فلسفیانہ سوچ پر ہے۔ بہت سارے لوگ بشمول بہت سارے باعزت سائنسدان نہیں چاہتے کہ فطرت سے بالا کوئی چیز ہو۔ وہ نہیں چاہتے کہ کوئی مافوق الفطرت ہستی فطرت پر کسی طرح سے اثر انداز ہو چاہے اُن کا باہمی عمل کتنا ہی مختصر یا تعمیری کیوں نہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں ۔ ۔ ۔ اُنہوں نے سائنس کے ساتھ ایک ترجیحی فلسفیانہ عہد کیا ہے جو اُنہیں پابند کرتا ہے کہ وہ طبعی دُنیا کے بارے میں کس قسم کی وضاحت کو قبول کریں گے۔ بہت دفعہ یہ صورتحال قدرے انوکھے اور بے ہنگم رویوں کی طرف لے جاتی ہے۔[29]

جو کچھ ہم خُدا کی دُنیا میں دیکھتے ہیں وہ سب ہر اُس بات کیساتھ متفق ہے جو ہم خُدا کے کلام میں پڑھتے ہیں۔

اِس مسئلے کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ: اگر کوئی اِس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ ایک خُدا موجود ہے جس نے ہمیں تخلیق کیا ہے، تو پھر وہ خُدا ہمارا مالک ٹھہرتا ہے۔ اور اگر یہ خُدا، بائبل مُقدس کا خُدا ہے، تو پھر وہ ہمارا مالک ہے اور اُس کے پاس یہ حق اور اختیار ہے کہ وہ ہماری زندگیوں کے لئے اصول وقوانین بھی مقرر کرے۔ اور اِس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ وہ ہمیں بائبل میں بتاتا ہے کہ ہم نے اپنے اُس خالق کے خلاف بغاوت کر رکھی ہے۔ اِس بغاوت کی بدولت (جسے گناہ بھی کہتے ہیں) ہمارے مادی وجود کے لئے موت کی سزا ٹھہرائی جا چکی ہے، لیکن ہم ابد تک زندہ رہیں گے، یا تو خُدا کے ساتھ یا پھر خُدا کے بغیر جہاں پر وہ ہمیں اپنی عدالت کے بعد رکھے گا۔ لیکن خوشخبری یہ ہے کہ ہمارے خالق خُدا نے ہمیں اپنے بغاوت کے گناہوں سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے ایک راہ بھی مہیا کی ہے تا کہ جو اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے ایمان میں اُس کے پاس آتے ہیں وہ مُقدس خُدا سے معافی پا کر اُس کیساتھ ابدیت تک سکونت کر سکیں۔

خُدا سائنس اور حجت کا سرچشمہ ہے

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے بائبل خُدا کے وجود کو بغیر کسی دلیل اور ثبوت کے تسلیم کرتی ہے۔ بائبل کبھی بھی خُدا کے وجود کو ثابت کرنے کی کوشش نہیں کرتی اور بائبل مُقدس ایسا ایک بہت اچھی وجہ کی بدولت کرتی ہے۔ جب ہم کسی چیز کے وجود کو منطقی انداز سے ثابت کرتے ہیں تو ہم یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ بات اِس لئے سچ ہے کہ یہ کسی مستند اور معتبر ذریعے کے منطقی عمل سے درست ثابت ہوئی ہے۔ لیکن کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے جو خُدا اور اُس کے کلام سے زیادہ معتبر ہو۔ خُدا قطعی اور حتمی طور پر

سب کچھ جانتا ہے پس یہ ایک معقول وجہ ہے کہ ہم اپنے نظریہ حیات کی بنیاد اُس کے تحریری کلام پر رکھیں۔

کچھ لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خُدا کے کلام سے ہر چیز کا آغاز کرنا بالکل غیر سائنسی ہے، لیکن دراصل میں کوئی بھی چیز حقیقت سے بالا نہیں۔ خُدا کی ذات پر ایمان رکھنا دراصل منطقی سوچ اور سائنسی تحقیق کی بنیاد ہے۔ اِس کے بارے میں ذرا غور کیجئے: منطقی انداز سے سوچنا کیونکر ممکن ہے؟ منطق کے کچھ اصول ہیں جنہیں ہم سوچنے اور حجت کرنے کے دوران استعمال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر منطق کا ایک عدم تردید کا اصول ہے جو بیان کرتا ہے کہ آپ ایک ہی وقت میں اور ایک ہی تعلق سے A اور (عدم A) یعنی Not-A کو نہیں رکھ سکتے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ یہ سچ ہے۔ لیکن یہ کس طرح سچ ہے اور یہ اصول کیونکر کام کرتا ہے؟

بائبل اِس اصول کی وضاحت کرتی ہے: خُدا واجب الوجود ہے۔ اُسکی ذات عدم تردیدی ہے پس یہ اصول اُسکی ذات میں سے نکلا ہے۔ اور کیونکہ خُدا نے ہمیں اپنی شبیہ پر تخلیق کیا ہے اِس لئے ہم جبلتاً اِس اصول کے متعلق جانتے ہیں۔ یہ ہماری سرشت کے اندر رکھا گیا ہے۔ منطقی انداز سے سوچنا اور حجت کرنا اِس لئے ممکن ہے کیونکہ خُدا کی ذات منطقی ہے اور اُس نے ہمیں اپنی شبیہ پر تخلیق کیا ہے۔ (اور یہ بھی حقیقت ہے کہ گناہ کی لعنت کی بدولت ہم اپنی سوچ میں کئی بار غلطیاں بھی کرتے ہیں۔)

لیکن اگر اِس کائنات کا وجود محض ایک اتفاق کی بنیاد پر قائم ہوتا تو منطقی انداز سے سوچنا یا حجت کرنا کیونکر ممکن ہوتا؟ اگر میرا دماغ محض خلیوں کی جینز میں تغیرات پیدا کرنے والے فعل یعنی تبدل کی پیداوار ہے جو کسی قسم کے فطری چناؤ کی بدولت ہوتا ہے تو پھر مَیں یہ کیونکر خیال کر سکتا ہوں کہ میرا دماغ سچائی کا تعین کر سکتا ہے؟ لادینی، ارتقائی نظریہ عالم وحیات منطقی سوچ وحجت کے وجود کی وضاحت پیش نہیں کر سکتا۔

اِسی طرح صرف بائبلی نظریہ عالم وحیات ہی حقیقت میں سائنس ___ فطری دُنیا کے علم کے وجود کی درست وضاحت کر سکتا ہے۔ سائنس کا انحصار اِس حقیقت پر ہے کہ کائنات باترتیب اصولوں کے تحت چل رہی ہے جو اپنی مرضی سے تبدیل نہیں ہوتے۔ لیکن ایسا کس طرح ممکن ہے؟ اگر کائنات ایک حادثے کی بدولت وجود میں آئی اور بذاتِ خود بھی ایک حادثہ ہے تو پھر یہ منطق کے باترتیب اصولوں کے تابع کیوں ہے ___ یا اِسے کسی بھی اور قسم کے اصولوں کے تحت چلنا کیوں ضروری ہے؟ اور پھر یہ جو اصول ہیں یہ متواتر تبدیل کیوں نہیں ہوتے رہتے جبکہ دیگر بہت ساری چیزیں مسلسل تبدیل ہوتی رہتی ہیں؟

بائبل مُقدس اِس کی وضاحت کرتی ہے۔ کائنات میں باترتیب اصول موجود ہیں کیونکہ ایک ایسی منطقی ذات موجود ہے جس نے یہ اصول وقوانین بنائے ہیں اور وہی اِس کائنات کو منطقی انداز سے مسلسل قائم رکھے ہوئے ہے۔ خُدا لاتبدیل ہے اِس لئے اِس کائنات کو مسلسل قائم رکھے رہتا ہے۔ صرف بائبلی نظریہ عالم وحیات ہی سائنس اور ٹیکنالوجی کے وجود کی وضاحت کر سکتا ہے۔

اب کیا اِس بات کا یہ مطلب ہے کہ ایک غیر مسیحی منطقی انداز سے سوچنے، حجت کرنے یا سائنسی علوم کو بروئے کار لانے کا اہل نہیں؟ ایسا ہرگز نہیں ہے، لیکن وہ متناقض ہے۔ ایک غیر مسیحی کو سائنس کو درست طور پر بروئے کار لانے اور منطقی طور پر سوچنے اور حجت کرنے کے لئے اوپر بیان کردہ بائبلی اصول اُدھار لینے کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ بات بھی متناقض ہے کہ ایک غیر ایماندار سائنس، منطق اور حجت کے لئے بائبلی تصورات اور اصولوں کو اپنائے اور اِس کے ساتھ ساتھ بائبل کے سچا ہونے کا بھی انکار کرے۔

پھر خُدا کو کس نے تخلیق کیا؟

اصطلاح کے بیان کے مطابق ہی ایک ابدی ذات ہمیشہ سے ہی موجود ہوتی ہے ___ کسی نے اُسے تخلیق نہیں کیا ہوتا۔ خُدا واجب الوجود ذات ہے ___ وہ عظیم

ذات جسکا بیان بائبل میں یوں ہے کہ" مَیں جوہوں سوہوں"[30] وہ وقت سے باہر اور بالا ہے اور درحقیقت اُسی نے وقت کو بھی تخلیق کیا ہے۔ اِس بات کو اس طرح سے سوچئے: ہر وہ چیز جس کی ایک ابتدا ہوتی ہے اُسے اپنی ابتدا یا آغاز کے لئے کسی سبب یا وجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ کائنات کی بھی ایک ابتدا تھی اِس لئے اِسے بھی اپنی ابتدا کے لئے ایک سبب کی ضرورت تھی۔ لیکن خُدا کی کوئی ابتدا نہیں تھی کیونکہ وہ وقت سے بالا اور باہر ہے اِس لئے خُدا کو کسی بھی سبب کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک ابدی ذات کے وجود کو جو ہمیشہ سے موجود ہے سمجھنا قدرے مشکل ضرور ہے لیکن یہ بات غیر منطقی قطعاً نہیں ہے۔

ہوسکتا ہے کہ آپ اِس بات پر بحث کریں کہ "اِس کا مطلب یہ ہے، چونکہ مَیں اِس بات کو مکمل طور پر نہیں سمجھ سکتا لہٰذا مجھے اِسے ایمان کی بنیاد پر قبول کرنا ہوگا۔" ہم عبرانیوں کے نام خط میں پڑھتے ہیں کہ:

"اور بغیر ایمان کے اُسکو پسند آنا ناممکن ہے۔ اِس لئے کہ خُدا کے پاس آنے والے کو ایمان لانا چاہیے کہ وہ موجود ہے اور اپنے طالبوں کو بدلہ دیتا ہے۔" (عبرانیوں 11 باب 6 آیت)۔ تو پھر مسیحیت کس قسم کا ایمان ہے؟ جیسا کہ کچھ لوگ خیال کرتے ہیں اُس کے برعکس یہ اندھا ایمان نہیں ہے۔ درحقیقت ارتقاء کے حامی جو خالق کے وجود کا انکار کرتے ہیں وہ اندھا ایمان رکھتے ہیں[31]۔ اُن کے لئے کسی نہ کسی چیز پر ایمان رکھنا ضروری ہے (جیسے کہ معلومات بے ترتیب مادے میں محض اتفاق سے پیدا ہوسکتی ہیں وغیرہ) جو کہ اصل سائنس کے اصولوں کے منافی ہے۔

لیکن مسیح رُوح القدس کے وسیلے درحقیقت مسیحیوں کی آنکھیں کھولتا ہے تاکہ وہ یہ دیکھ سکیں کہ اُن کا ایمان ایک حقیقی چیز ہے[32]۔ مسیحی ایمان منطقی لحاظ سے قابل دفاع ہے۔ اِسی لئے بائبل اِس بات کو بہت واضح کرتی ہے کہ جو کوئی بھی خُدا پر ایمان نہیں رکھتا اُسکے پاس ایسا کرنے کا قطعاً کوئی عذر نہیں ہے: "کیونکہ اُسکی اَن دیکھی صفتیں یعنی اُسکی ازلی قدرت اور الوہیت دُنیا کی پیدائش کے وقت سے بنائی ہوئی چیزوں کے ذریعے سے معلوم ہو کر صاف نظر آتی ہے۔ یہاں تک کہ اُنکو کچھ عذر باقی نہیں۔" (رومیوں 1 باب 20 آیت)

ہم یہ کیونکر جان سکتے ہیں کہ اصل خالق بائبل ہی کا خُدا ہے؟

ہم یا تو انسان کے خطا پزیر تصورات کو مان سکتے ہیں کہ کوئی خُدا موجود نہیں ہے یا پھر خُدا کے کامل کلام، بائبل مُقدس کی 66 کتابوں پر ایمان رکھ سکتے ہیں جو بیان کرتی ہیں کہ خُدا موجود ہے۔ مسئلہ بالکل سادہ ہے کہ یہ اِس بات پر ایمان رکھنے کا معاملہ ہے کہ ــــ خُدا موجود ہے، یا پھر خُدا موجود نہیں ہے۔ مسیحی ہونے کے بارے میں ایک خوش کن بات یہ جاننا بھی ہے کہ بائبل مُقدس محض ایک عام مذہبی کتاب نہیں بلکہ جیسے کہ یہ دعویٰ کرتی ہے یہ خالق خُدا کا زندہ کلام ہے[33]۔

صرف اور صرف بائبل مُقدس ہی اِس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ دُنیا میں خوبصورتی اور بدصورتی؛ زندگی اور موت؛ صحت اور بیماریاں اور محبت اور نفرت کیوں ہے۔ صرف بائبل مُقدس ہی وہ واحد ذریعہ ہے جو زندگی کے لئے لازمی تمام بنیادی وجود اور ساری کائنات کی ابتدا اور بنیاد کے بارے میں قابلِ یقین وضاحت پیش کرتی ہے۔

اور بار ہا بائبل مُقدس کے تاریخی حوالہ جات کی تصدیق علمِ آثارِ قدیمہ، حیاتیات، ارضیات اور فلکیات کے ذریعے سے ثابت کی جا چکی ہے۔ بائبل مُقدس کے صفحات میں تردید یا اغلاط پر مبنی معلومات نہیں پائی گئی حالانکہ کئی مختلف مصنفین کے ہاتھوں یہ رُوح القدس کی ہدایت سے سینکڑوں سالوں کے دوران قلمبند ہوئی تھی۔ سائنس کے بہت سے میدانوں سے بہت زیادہ سائنسدانوں نے ہزاروں کتابیں اور آڈیو، ویڈیو معلومات فراہم کی ہے جو بائبل کی حقانیت اور اِس کے اِس دعوئے کا دفاع کرتی ہے کہ یہ ہمارے خالق خُدا کی طرف سے دیا جانے والا خاص مکاشفہ ہے۔ یہ ہمیں محض یہ نہیں بتاتی کہ ہم کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں بلکہ یہ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ ہم کس طرح اپنی ابدیت اپنے خُداوند اور نجات دہندہ کے ساتھ گزار سکتے ہیں۔ آج ہی اپنا پہلا قدم اُٹھائیں اور خُدا کی ذات اور اُسکے کلام پر ایمان لائیں۔

اقتباسات وکتابیات

1: زبور 90 کی 2 آیت؛ 106 کی 48 آیت؛ 147 کی 5 آیت۔ غور کیجئے کہ صرف اُسی چیز کو کسی ابتدائی سبب یا وجہ کی ضرورت ہے جسکی کوئی ابتدا یا آغاز ہے۔
دیکھئے J. Sarfati, *If God Created the universe, then who created God?* TJ 12 (1): 20-22, 1998

2: ولیم پیلی، *Nature of Theology: or Evidences of the Existence and Attributes of the Deity, Collected from the Appearances of Nature* دوبارا شاعت 1972، مطبع، سینٹ تھامس پریس، ہوسٹن، ٹیکساس، 3۔

3: آئی۔ ٹیلر، *In the Minds of Men*، ٹی ایف ای پبلیشنگ، ٹورینٹو، کینڈا، 1991، 121۔

4: یہ ایک ایسا عمل ہے جس کی بدولت زندگی کا ایسی چیز سے یکدم پیدا ہونے کا قیاس کیا جاتا ہے جس میں پہلے زندگی ہے ہی نہیں۔ مبیّنہ طور پر اس عمل کے ذریعے ایک طویل مدت کے دوران مختلف قسم کے جانور اور پودے معمولی تبدیلیوں کی بدولت ایسے پیدا ہوئے ہیں جس کے نتیجے میں اُنکی جینیاتی معلومات میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ مثال کے طور پر ارتقاء کے حامی یہ خیال پیش کرتے ہیں کہ مچھلی کچھ خاص تبدیلیوں کے بعد جل تھلیے (خشکی اور تری کے جانور) میں تبدیل ہوگئی، جل تھلیے جانور رینگنے والے جانوروں میں بدل گئے، رینگنے والے جانور پرندوں اور دودھ دینے والے جانوروں میں بدل گئے۔ انسان بالآخر بندروں کی ایک نسل سے ارتقائی عمل کے بعد پیدا ہوا۔

5: آئی۔ ایسیموو، توانائی اور تھرموڈائنامکس کے کھیل میں آپ ایک جفت کو بھی نہیں توڑ سکتے۔ *Smithsonian*، 10 جون 1970۔

6: ایم ڈینٹن، *Evolution: A Theory in Crisis*، ایڈلر اینڈ ایڈلر پبلشرز، بیت حسدا، میری لینڈ، جون 1970، 32۔

7: آر۔ ڈاوکنز، *The Blind Watchmaker* ڈبلیو۔ ڈبلیو۔ نورٹن اینڈ کو، نیویارک، 1987، 43۔

8: ایضاً

9: ایضاً

10: آر۔ ڈاوکنز، The Necessity of Darwinism, *New Scientist* **94:**130, 1982

11: ڈاوکنز، *The Blind Watchmaker, 43*

12: ڈاکٹر گیری پارکر تخلیق کے نظریے کے حامی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ فطری چناؤ ضرور واقع ہوتا ہے لیکن یہ ایک محافظ کے طور پر کام کرتا ہے اور ایک نامیاتی جسم کے دوسرے نامیاتی جسم میں تبدیل ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ فطری چناؤ بہت سارے عوامل میں سے ایک عمل ہے جو ہماری گناہ کی بدولت لعنت زدہ دُنیا میں اس لئے کام کرتا ہے تاکہ اِس بات کی یقین دہانی کی جاسکے کہ خلق کردہ جنسیں زمین کے ماحولیاتی اور جغرافیائی تنوع میں (آج کل کے دور میں انسان کی طرف سے پیدا کی جانے والے آلودگی کے باوجود) پنپ سکیں۔

رچرڈ لیون ٹن ارتقاء کا حامی ہے اور وہ بڑے بے باک انداز سے تخلیق کی مخالفت میں دلائل بھی دیتا ہے، مگر وہ بہت ایمانداری سے فطری چناؤ کی اُنہی حدود کو تسلیم کرتا ہے، جس کی بات تخلیق کے حامی سائنسدان کرتے ہیں: '۔۔۔ فطری چناؤ کا عمل دراصل اِس لئے ہوتا ہے کہ وہ نامیاتی اجسام کو اِس قابل بنائے کہ وہ اپنے اندر کوئی ترقی کرنے کی بجائے اپنی مطابقت پذیری کی حالت کو برقرار رکھ سکیں۔ فطری چناؤ مسلسل افزائش (ارتقاء) کی طرف نہیں لے کر جاتا، بلکہ یہ ایک نامیاتی جسم کی مدد کرتا ہے کہ وہ اپنی موجودہ خدوخال کو بحال رکھ سکے (تخلیق)۔

لیون ٹن کہتا ہے کہ معدوم نسلیں بھی قائم رہنے کے لئے اُتنی ہی موزوں حالت میں لگتی ہیں جتنی کہ موجودہ نسلیں ہیں۔ وہ مزید کہتا ہے کہ ''فطری چناؤ نسلوں کے قائم رہنے کے امکان کو نہیں بڑھاتا بلکہ یہ سادہ طور پر اِس کو اِس قابل بناتا ہے کہ وہ مسلسل تبدیل ہونے والے ماحول میں قائم رہ سکیں۔

''مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ فطری چناؤ صرف اِس لئے کام کرتا ہے کہ ہر نسل جو پھلنے پھولنے اور زمین کو معمور کرنے کے وافر تنوع کیساتھ تخلیق کی گئی ہے وہ اس

زمین کو اِسکی ماحولیاتی اور جغرافیائی تبدیلیوں کے باوجود معمور کرے۔''

13: ''آخر کار خلیوں کی جینز میں تغیر پیدا کرنے کا عمل یعنی تبدل اُنہی کروموسومز میں تبدیلی کرتا ہے جو پہلے سے موجود ہیں۔'' *G. Parker, Creation: Facts of Life, 103*، ایک آرٹیکل میں جسکا عنوان متناقصانہ انداز میں "The Mechanisms of Evolution" رکھا گیا ہے، فرانسسکو آیالہ خلیوں کی جینز میں تغیر پیدا کرنے کے عمل یعنی تبدل کی تعریف DNA میں ایک غلطی کے طور پر کرتا ہے۔''

14: باب 6: ''طفیلیت کے ارتقاء؟'' 516، میں بیان کیا گیا ہے کہ ''فطری چناؤ صرف اُنہی حیاتیاتی خواص پر عمل کرسکتا ہے جو پہلے سے موجود ہیں؛ یہ مطابقت پذیری کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے نئے خواص پیدا نہیں کرسکتا۔''

15: مثال کے طور پر ارتقاء کے حامیوں کی طرف سے پیش کئے جانے والے بہت سارے غیر ثابت شدہ دعوؤں کے باوجود کبھی کسی نے کسی رینگنے والے جاندار کا پرندے میں تبدیل ہوتے ہوئے نہ تو مشاہدہ کیا ہے اور نہ ہی کوئی ایسی کسی بات کو ضبط تحریر میں لایا ہے۔ ارتقاء کے کچھ حامیوں نے Archaeopteryx کو ایک درمیانی مخلوق کے طور پر بڑے ٹھاک سے ایک کلاسیک مثال کے نام سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ارتقاء کے زیادہ تر حامیوں نے اس خیال کو ترک کر دیا ہوا ہے۔

16: ایم۔ ڈینٹن، *Evolution: A Theory in Crisis, 317*

17: ایل۔ سپیٹنر، *Not by Chance*، جوڈیکا پریس، بروکلین، نیویارک، 1997، 131-132۔

18: ایضاً

19: ایضاً

20: ایضاً، 159-160

21: ڈبلیو۔ گِٹ، In the Beginning Was Information، ماسٹر بکس، گرین فوریسٹ، آرکینساس، 2006، 127۔

22: ایم۔ جے بیہی، *Darwin's Black Box*، دافری پریس، نیویارک، 1996، 252-253۔

23: ڈاؤکنز، *The Blind Watchmaker*، 139-140۔

24: گِٹ، *In the Beginning Was Information*، 64-67۔

25: ایضاً، 79۔

26: ایضاً، 107۔

27: ڈاؤکنز، *The Blind Watchmaker*، 141۔

28: پس یہ لامحدود معلومات پیدا کرنے کا اہل ہے، اور یقیناً ضخیم، اگرچہ محدود زندگی کی معلومات۔

29 : بیہی، *Darwin's Black Box*، 243۔

30: دیکھئے خروج 3 باب 14 آیت؛ ایوب 38 باب 4 آیت؛ یوحنا 8 باب 58 آیت؛ مکاشفہ 1 باب 18 آیت؛ یسعیاہ 44 باب 6 آیت؛ استثنا 4 باب 39 آیت۔

31: دیکھئے متی 13 باب 15 آیت؛ یوحنا 12 باب 40 آیت؛ رومیوں 11 باب 8-10 آیات۔

32: دیکھئے متی 13 باب 16 آیت؛ اعمال 26 باب 18 آیت؛ افسیوں 1 باب 18 آیت؛ 1 یوحنا 1 باب 1 آیت۔

33: متی 5 باب 18 آیت؛ 2 تیمتھیس 3 باب 16 آیت؛ 2 پطرس 1 باب 21 آیت؛ زبور 12 کی 6 آیت؛ 1 تھسلنیکیوں 2 باب 13 آیت۔